مشتاق احمد یوسفی بنام انتظار حسین: ایک مکتوب

ڈاکٹر نذر عابد اسسٹنٹ پروفیسر ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ
ڈاکٹر الطاف اسسٹنٹ پروفیسر ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

Abstract: The great humor writer , Mushtaq Ahmad Yousofi used to be in correspondence with his contemporary writers. Different kinds of views related to language and literature have been discussed in such letters. Such correspondence also helps to understand the daily life of both the authors In this article, a letter written by Mushtaq Ahmad Yousofi in the name of famous fiction writer, Intizar Hussain is being presented in its original text alongwith brief information of both the writers and necessary explanatory notes at the end of the text.

مشتاق احمد یوسفی (1923ء2018ء) جے پور، راجستھان میں پیدا ہوئے۔ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ سے ماسٹرز کرنے کے بعد تین سال تک انڈین سول سروس سے وابستہ رہے۔ قیام پاکستان کے بود1950ء میں یہ ملازمت ترک کرکے کراچی آگئے اور ایک بینک سے منسلک ہوگئے۔ اپنے طویل بینکنگ کیریئر میں وہ مختلف بینکوں میں خدمات انجام دیتے رہے۔1974ء میں یونائیٹڈ بینک لمیٹیڈ کے صدر بنے بعد ازں بی۔ سی۔ آئی سے وابستگی کے زمانے میں لندن میں رہے۔ اِسی بینک میں اُن کی طویل پیشہ وارانہ زندگی کا اختتام ہوا۔ بقیہ تمام زندگی اُنھوں نے کراچی میں بسر کی۔

مشتاق احمد یوسفی کے مضامین کا اولین مجموعہ "چراغ تلے" میں منظر عام پر آیا تو ایک ذوق نے اِس کتاب کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ اُن کی بقیہ کتابوں کی ترتیبِ اشاعت یوں ہے:

خاکم بدہن 1961

زرگزشت 1969

آبِ گم 1989

شامِ شعر یاراں 2016

مشتاق یوسفی اُردو اُردو طنز و مزاح کے ایک زریں عہد کا نام ہے۔ اور دو طنز و مزاح کی روایت کو آگے بڑھانے میں ان کا بہت بڑا حصہ ہے۔ جملہ تراشنے اور اپنی نثر کے داخلی آہنگ کو ایک خاص انداز عطا کرنے میں اُنھوں نے اپنا خونِ جگر صرف کیا۔ زندگی کے تلخ و شیرین تجربات کو طنز و مزاح میں بگو کر کیسے کیسے المیاتی و طربیہ رنگوں میں پیش کرنا ہے، یوسفی کا قلم اِن مشکل تخلیق مراحل سے خوب آشنا ہے۔ وہ زندگی کی مختلف پرتوں کا گہری سطح پر فلسفیانہ تجربہ بھی کرتے ہیں اور مسائل و مصائب میں گھری اِس زندگی کو گوار ابنانے کا ہنر بھی آزماتے ت ہیں۔ اُن کی تحریروں میں ماضی ایک طرف اپنی تمام تر تابناکیوں کے جلو میں جلوہ گر ہوتا ہے۔

تو دوسری طرف اِسی ماضی کی کربناک کیفیات کی بناک کیفیات کی بازیافت ہوتی بھی نظر آتی ہے۔ اُن کے ہاں دم توڑتی سماجی اقدار کا نوحہ بھی ملتا ہے اور فرد کی ذات میں توڑ پھوڑ کے جملہ مراحل کا ہمدردانہ تجزیہ بھی نظر آتا ہے۔ سید ضمیر جعفری نے بجا طور پر اُنھیں ایک مسکراتا ہوا فلسفی قرار دیا ہے۔

انتظار حسین (۱۹۲۳ء-۲۰۱۶ء) ڈبائی ضلع بلند شہر یوپی ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد سید منور علی سے حاصل کی۔ ہاپڑ ہائی سکول سے میٹرک کیا۔ بعد ازاں میرٹھ کالج سے ایم-اے (اُردو) کا امتحان پاس کیا۔ اِس دوران میں پروفیسر کرار حسین اور پروفیسر حسن عسکری جیسے اساتذہ نے اُنکی ادبی تربیت میں اہم کردار ادا کیا۔ ۱۹۴۷ء میں حسن عسکری کے ساتھ ہی پاکستان آئے۔ لاہور میں "نظام" اور "امروز" جیسے اخبارات میں صحافت کا آغاز کیا۔ اُنھوں نے افسانہ، ناول، تراجم اور کالم نگاری میں نام پیدا کیا۔

اُن کا پہلا افسانہ "قیوما کی دکان" معروف ادبی رسالے "ادبِ لطیف" کے دسمبر 1948ء کے شمارے میں شائع ہوا۔ پہلا افسانوی مجموعہ "گلی کوچے" کے نام سے سامنے آیا۔ بعد میں افسانوں کے سات مزید مجموعے "کنکری"، "آخری آدمی"، "شہرِ افسوس"، "خیمے سے دُور"، "شہر زاد کے نام" اور "خالی پنجرہ" کے ناموں سے اشاعت پذیر ہوئے۔

اُن کا ایک ناولٹ "دن اور داستان" 1962ء میں منظرِ عام پر آیا۔اِس کے علاوہ چار ناول زمانی اعتبار سے درج ذیل ترتیب سے سامنے آئے۔

چاند گہن-1953ء

بستی-1979ء

تذکرہ-1987ء

آگے سمندر ہے-1990ء

انتظار حسین نے "نئے شہر پرانی بستیاں" اور "زمین اور فلکاور" کے نام سے دو سفر نامے بھی تحریر کیے۔اِس کے علاوہ انھوں نے اپنے سوانح اور مختلف شخصیات کے حوالے سے اپنی یاداشتیں بھی قلم بند کیں۔اِس سلسلے میں اُن کی تین کتابیں "جستجو کیا ہے"، "چراغوں کا دھواں" اور "یادوں کے چراغ" یکے بعد دیگر سے شائع ہوئیں۔انتظار حسین نے بحیثیت تنقید نگار بھی اپنی صلاحیتوں کا اظہار کیا۔اُن کے ساٹھ سے زیادہ تنقیدی مضامین "علامتوں کا زوال" اور "نظریے سے آگے" جیسی کتابوں میں محفوظ ہوئے۔

انتظار حسین کے ناولوں اور افسانوں میں ہجرت کا دُکھ،ناسٹلجیائی رویے،ماضی کی بازیافت اور سماجی سطح پر ٹوٹتے رشتوں ناتوں کا شدید احساس جیسے موضوعات بھرپور فنی رچاؤ کے ساتھ بیان ہوئے ہیں۔اُنھوں نے نئی کہانی کو پرانے اسلوب میں اور پرانی کہانی کو نئے انداز میں پیش کرنے کا ہنر کامیابی سے برتا۔اسلامی تہذیب،بدھ تہذیب اور تہذیب کے قدیم اساطیری قصوں کو اُنھوں نے علامتی انداز میں معاصر منظر نامے پر منطبق کرتے ہوئے کمال کی کہانیاں تخلیق کیں۔

انتظار حسین کا ناول "بستی" اُن کی حقیقی شناحت بنا۔اِس ناول کا انگریزی ترجمہ بھی ہوا۔یہ اردو کا پہلا ناول ہے جسے عالمی سطح پر بکر برائز کا اعزاز حاصل ہوا۔انتظار حسین کو حکومت پاکستان نے صدارتی تمغہ برائے حسنِ کارکردگی اور ستارہ امتیاز سے نوازا۔اکادمی ادبیات کی طرف سے اُنھیں ملک کا سب سے بڑا ادبی اعزاز کمالِ فن ایوارڈ بھی دیا گیا۔

مشتاق احمد یوسفی نے ہمیشہ اپنے عہد کے لکھنے والے بڑے بڑے شاعروں اور ادیبوں سے خوشگوار تعلقات رکھے۔ اکثر بڑے لکھنے والوں سے اُن کی خط کتابت بھی رہی۔ اپنی خوش خط تحریروں میں وہ خطوں کے جوابات بڑی باقاعدگی سے رہتے تھے۔ اِن خطوط میں جابجا مختلف علمی وادبی مباحث بھی ملتے ہیں۔ ذیل میں انتظار حسین کے نام تحریر کردہ اُن کا ایک خط مع حواشی وتعلیقات قارئین کی نذر کیا جارہا ہے۔

7O/II,23rd.Street
Kh-e-Badar
Defence Honsing Authority
phase 41
Karachi – 75500
Tel: 533879

۲۱ جنوری ۱۹۹۲(۱)

برادرم انتظار صاحب

اسلام علیکم۔ افتخار عارف (۲) نے فرنٹیر پوسٹ (۳) کا وہ تراشا بھیجا' جس میں آپ نے عاجز کو اس طرح سراہا کہ جی خوش ہو گیا۔ اب آپ ہی بتائے کس طرح شکریہ ادا کروں۔

آپ سے ملاقات ہوئی اور نہیں بھی ہوئی۔ ایسے "بھبھر"(۴) (Platt(۵) کے سوا کسی اور لُغت نہیں ملا) میں ایک دوسرے کا مزاج پوچھنے کو ملاقات تو نہیں کہا جاسکتا۔ اگلے دو تین ہفتوں میں مجھے ایک نجی کام سے لاہور آنا ہے۔ میں نے پاک ٹی ہاؤس(۶) کبھی نہیں دیکھا۔ اگر آپ زیارت کرادیں تو کیا اچھا ہو۔ کراچی میں 50's میں انڈیا کافی ہاؤس ہوا کرتا تھا۔ شاہد اسی لیے بساط بہت جلدی اُلٹ گئی۔ جس شہر میں کتابوں کی ایک ڈھنگ کی دکان بھی بنیں ،وہاں Intellectuals کا کافی ہاؤس کیسے چل سکتا ہے۔

افتخار ہی سے معلوم ہوا م کہ "آب گم" آپ کو نہیں ملی۔ سخت ندامت ہوئی اور حیرت بھی۔ آپ کا نام ،نمایاں جگہ ،اس فہرست میں تھا جو میں نے لندن سے ناشر کو بھیجی تھی۔ اب محبت اور معذرت کے ساتھ قبول فرمایئے۔

کالموں کا انتخاب کب شائع ہو رہا ہے۔

بھابی کو ہم دونوں کا سلام کہئے۔ آپ کا

مشتاق احمد یوسفی

22 جنوری 1992ء مکرر آنکہ امید ہے 12 فروری کو بھی

جشنِ فیض (۷) کے سلسلے میں لاہور آنا ہو گا۔

حواشی وتعلیقات

۱)اس خط کے آغاز میں ۲۱ جنوری ۱۹۹۲ کی تاریخ درج ہے جب کہ خط کے اختتام پر لکھی گئی تاریخ ۲۲ جنوری ۹۲ ہے۔ قیاس یہ ہے کہ خط ۲۱ جنوری کو لکھا گیا اور ۲۲ جنوری کو پس نوشت کے طور پر ایک جملہ لکھ کر پوسٹ کیا گیا۔

۲) افتخار عارف ۲۱ مارچ ۱۹۴۳ء کو لکھنؤ میں پیدا ہوئے۔ ساٹھ کی دہائی میں پاکستان آئے۔ ۱۹۶۵ء میں ریڈیو سے وابستہ ہوئے۔ ۱۹۶۸ء سے ۱۹۷۷ء تک پی ٹی وی سے بحیثیت سکرپٹ ایڈیٹر اور سینئر پروڈیوسر منسلک رہے۔ ۱۹۷۷ء تا ۱۹۸۰ء بینک آف کریڈٹ اینڈ کامرس انٹرنیشنل کے شعبہ تعلقاتِ عامہ میں کام کرتے رہے۔ ۱۹۸۱ء تا ۱۹۹۰ء اُردو مرکز لندن میں لندن ایگزیکٹو انچارج کے طور پر خدمات انجام دیتے رہے۔ اُن کی شاعری کے چار مجموعے مہرِ دونیم (۱۹۸۴ء) کے بارہواں کھلاڑی (۱۹۸۹ء) حرِ باریاب (۱۹۹۴ء) اور جہانِ معلوم (۲۰۰۵ء) منظر عام پر آچکے ہیں وہ مقتدرہ قومی زبان، اکادمی ادبیات اور نیشنل بک فاؤنڈیشن کے سربراہ رہ چکے ہیں۔ حکومتِ پاکستان نے اُن کی ادبی خدمات پر اُنہیں صدارتی تمغہ برائے حسنِ کارکردگی ہلالِ امتیاز اور ستارہ امتیاز سے نوازا ہے۔

۳) انگریزی کا معروف روزنامہ جو ۱۹۸۵ میں پشاور سے جاری ہوا۔ یہ اخبار بہ یک وقت پشاور، لاہور، اسلام آباد، کراچی، کوئٹہ اور کابل افغانستان سے نکلتا رہا ہے۔ اس کے چیف ایڈیٹر رحمت شاہ آفریدی تھے۔

۴)" بھبھر "ہندی کا لفظ ہے جس کے معنی گھبراہٹ(panic) کے ہوتے ہیں۔

۵)معروف لغت The john Thom pson plats Dictionary of urdu and classical hindi مُراد ہے جس میں ہندی الفاظ کے انگریزی مترادفات درج ہیں۔

۶) لاہور میں شاعروں، ادیبوں اور انش وروں کا معروف ٹھکانہ اور چائے خانہ جو تقسیم ہند سے قبل ایک سکھ سردار جی انڈیا ٹی ہاؤس کے نام سے چلاتے تھے۔ قیام پاکستان کے بعد انڈیا سے ہجرت کرکے آنے والے سراج نامی ایک شخص کو الاٹ ہوا تو اس کا نام پاک ٹی ہاؤس رکھ دیا گیا۔ یہ دراصل وائی ایم سی اے بلڈنگ کا حصہ تھی۔ سنّر کی دہائی میں جب اس عمارت کو حکومت کی طرف سے واپس لے کر نقشے میں تبدیلی کا ارادہ کیا گیا تو سراج صاحب نے عدالت سے رجوع کیا اور یہ ثابت کیا کہ پاک ٹی ہاؤس کی تہذیبی و ثقافتی پس منظر کا حامل ہے لہٰذا اس کی موجودہ حالت برقرار رکھی جائے۔ انتظار حسین اور اُن کے چند دیگر دوست اس سلسلے میں عدالت میں گواہ کے طور پر پیش ہوئے تھے۔ بعد میں پاک ٹی ہاؤس کی تزئین و آرائش کی گئی اور اب بھی یہ اہل قلم کا ایک مستقل مستقر ہے۔

۷)فیض احمد فیض کی فیملی اور فیض فاؤنڈیشن ٹرسٹ کی طرف سے لاہور میں ہر سال فروری میں برپا کیا جانے والا فیض امن میلہ مراد ہے، جس میں فیض احمد فیض کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے مختلف ثقافتی پروگرام پیش کیے جاتے ہیں۔